chapter. 4

# باب چہارم :

عصمت کے نمائندہ افسانوں میں نفسیاتی، جنسی ناآسودگی وکج روی، زندگی اور موت کی کشمکش وغیرہ کے نسائی جذبوں کی عکاسی

(۱) چوتھی کا جوڑا

(۲) ننھی کی نانی

(۳) بچّھو پھوپھی

(۴) ساس

(۵) لحاف

# باب چھارم :

## عصمت کے نمائندہ افسانوں میں نفسیاتی، جنسی ناآسودگی و کج روی، زندگی اور موت کی کشمکش وغیرہ کے نسائی جذبوں کی عکاسی :

عصمت چغتائی نے متوسط طبقے کے مسلم گھرانوں کی ہر عمر کی عورتوں کے بارے میں لکھا ہے ان میں نانی، دادی، ماں، خالہ، پھوپھی، ساس جیسی ادھیڑ عمر کی عورتیں بھی ہیں۔ نوجوان کنواری لڑکیاں، کمسن لڑکیاں، شادی شدہ عورتیں بھی ہیں۔ چھوٹی بچیوں کو بھی عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے انکی نفسیات جذبات اور جنسیات سے ہمیں متعارف کروانے کی کوشش کی ہے عصمت کے موضوع کے متعلق ڈاکٹر پرویز شہریار نے لکھا ہے :

''عصمت کا پسندیدہ موضوع متوسط گھرانوں کی وہ نوجوان اور کنواری لڑکیاں ہیں جن کے دل میں عشق کی کلیاں ابھی نئ نئ کھل رہی ہوتی ہیں۔ ان میں کسی کی نگوڑی جوانی تو ایسی آتی ہے کہ ہر طرف شہنائیاں سی بجنے لگتی ہیں۔ لیکن بعض ایسی بھی ہیں کہ محبت کی ابتدائی چوٹیں پڑتے ہی چھوئی موئی ہوئی جاتی ہیں۔ بعض ایسی بھی کنواریاں ہیں جن کے نہ کیل مہاسے نکلتے ہیں اور نہ پوشاک تنگ ہوئے، جوانی دبے پاؤں کب آتی ہے اور نکل جاتی ہے پتہ بھی نہیں چلتا ان کے دو ہاتھ تو محض ہلدی اور لہسن کی بساند میں بسے رہنے کیلئے پیدا ہوتے ہیں۔ اور پھر دنیا سے حرف شکایت زبان پر لانے سے پہلے رخصت ہو جاتی ہیں''۔ (۱)

---

(۱) ڈاکٹر پرویز شہریار منٹو اور عصمت کے افسانوں میں عورت کا تصور۔ ص-۹۶

# چوتھی کا جوڑا :

'' چوتھی کا جوڑا '' عصمت کا بے مثال افسانہ ہے۔ اس افسانے کا المیہ کسی ایک گھر کا نہیں بلکہ پورے متوسط طبقے کے عام لوگوں کا المیہ ہے ''چوتھی کا جوڑا'' کبریٰ کی نامراد زندگی کی کہانی ہے۔ عصمت نے ماں، بیٹی، بہن کے روپ میں تصوری عورت کو حقیقت کا جامہ پہنایا ہے جس میں ہمارے معاشرے کے غریب طبقے کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی گئی ہے۔ غریب والدین کے لئے سب سے سنگین مسئلہ جوان لڑکیوں کی شادی کا ہوتا ہے جو عصمت نے اس افسانے میں بیان کیا ہے۔ یہی مسئلہ موجودہ دور کا بھی ہے۔ جس کا علاج پہلے بھی موت تھا اور آج بھی موت ہے۔ جہیز ہو یا غریبی اس میں دونوں چیزیں شامل ہیں۔ یہ مسئلہ جہیز سے جڑا ہوا ہے۔ لڑکی کی شادی کی فکر میں ماں باپ کا چین و سکون نیند، سب حرام ہو جاتی ہے۔

''چوتھی کا جوڑا'' کی کبریٰ ایک غریب طبقے کی ہندوستانی مسلم لڑکی ہے۔ وہ چہار دیواری کے اندر رہنے والی لڑکی ہے۔ کبریٰ کی ماں بیوہ ہونے کے بعد جوان بیٹیوں کی پرورش کی ذمے داری بخوبی نبھاتی ہے۔ بہر حال عصمت کے افسانوں میں عورتیں کمزور، لاچار نظرآتی ہیں۔ عصمت نے اپنے افسانوں میں اس سماج کی ان عورتوں کو دیکھاہے۔ جو اپنے ارمانوں کو کچل کر زندگی جیتی ہیں۔ اور اپنی خواہشوں کا گلا گھونٹ دیتی ہیں۔

بی امّاں کا شوہر جو دق کے مرض میں مبتلا ہے۔ کھانسی سے پریشان ہے۔ بی امّاں انہیں سہارا دیتی اور پیٹھ تھپ تھپاتی ہیں۔یہاں بی اماں کی مجبوری نظر آتی ہے۔

دق کے مرض کے جراثیم آس پاس والوں کو بھی اثر پہنچاتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ایک ہندوستانی مسلم عورت ہیں۔ جو اپنے خاوند کی خدمت قبول کرتی ہیں۔ اپنے آپ کی پرواہ کیے بنا اس کے شوہر کی خدمت کرتی ہے۔ عصمت نے ہندوستانی عورت کا تصور کراتے ہوئے اس چیز کا احساس کروایا ہے کہ وہ ایک مسلم ہندوستانی ہے لہٰذا مجازی خدا کی خوشی میں ہی اپنی خوشی سمجھتی ہے۔ اس سماج میں زندہ رہنے کیلئے خاوند کا سایہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ وہ کبریٰ اور حمیدہ کی ماں ہے۔ بی امّاں کی خدمت ناکام رہتی ہے اور کبریٰ کے والد کا انتقال ہوجاتا ہے۔ شوہر کے انتقال کے بعد ساری ذمےداری اس پر آجاتی ہے۔ یہ افسانے میں سب سے اہم کردار اس کی بیٹی کبریٰ کا ہے۔ جو گھر کی چہار دیواری میں رہنے والی لڑکی ہے۔ جس میں فطری طور پر شرافت پوری طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ جس نے نہ کبھی خوشیوں کو دیکھا ہے نہ ہی محسوس کیا ہے۔ یتیم ہو جانے کے بعد کبریٰ کی جوانی ایسی آئی جو اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے :

''کبریٰ جوان تھی کون کہتا ہے جوان تھی؟ وہ تو بسم اللہ کے دن سے ہی اپنی جوانی کی سناوتی سن کر بھٹک کر رہ گئی تھی۔ نہ جانے کیسی جوانی آئی تھی کہ نہ تو اس کی آنکھوں میں پریاں ناچیں، نہ اس کے رخساروں پر زلفیں پریشان ہوئیں۔ نہ اس کے سینے میں طوفان اٹھے۔ نہ کبھی اس نے ساون بھادوں کی گھٹاؤں سے مچل کر پریتم یا ساجن مانگے۔ وہ جھکی جھکی، سہمی سہمی جوانی جو نہ جانے کب دبے پاؤں اس پر رینگ آئی۔ ویسے ہی چپ چاپ نہ جانے کدھر چل دی میٹھا برس نمکین ہوا اور پھر کڑوا ہوگیا'' (۱)

---

(۱) عصمت چغتائی افسانہ چوتھی کا جوڑا۔ ص-۳۰۹ عصمت چغتائی کے افسانے جلد دوم ۲۰۰۶ء

عصمت درمیانی طبقے کی عورتوں کی نفسیات سے بخوبی واقفیت رکھتی ہیں۔ غریب طبقے کی مجبوریاں وہ اچھی طرح جانتی ہیں۔ بے کس مظلوم عورتوں کو اچھی طرح جانتی ہیں کیونکہ عصمت نے اردگرد جو ماحول دیکھا ان کی ہو بہو تصویروں کا مظاہرہ اپنے فن میں کیا۔

کبریٰ کی چھوٹی بہن حمیدہ ایک ذہین، فرض شناش، فرما برداربیٹی، ہمدرد اور غمخوار بہن ہے۔ وہ بڑی لگن سے اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ وہ بڑی بہن کی خاطر راحت کی خاطر تواضع اور خدمت کرتی ہے اور خاموشی سے اس کی دست درازی کو بھی مصلحانہ طور پر سہہ لیتی ہے۔ راحت جو پولس کی ٹریننگ کے سلسلے میں آیا ہے اس سے بہنوئی جیسا سلوک کرنے پر پڑوسی اور گھر والے مجبور کرتے ہیں۔ عصمت نے یہاں ایک غیر معمولی بہن کا تصور کیا ہے۔ حمیدہ راحت کو کھانا دینے جاتی ہے اور کھانے کے بارے میں راحت کی ناشکری دیکھ کر حمیدہ کی زبانی عصمت نے دبے جذبات کا اظہار کیا ہے:

''میرے تن بدن میں آگ لگ گئی ہم روکھی سوکھی روٹی کھاکر اُسے ہاتھی کی خوراک دیں۔ گھی ٹپکتے پراٹھے ٹھسائیں میری بی آپا کو جوشاندہ نصیب نہیں اور اُسے دودھ ملائی نگلوائیں۔ میں بھنا کر چلی آئی''۔ (۱)

بی اماں کا ذریعۂ معاش سلائی کام کرنا تھا۔ وہ جتنی ہوتی اتنی سلائی کرتی خوب محنت کرتی اور اس راحت کو گھی میں تلے ہوئے پراٹھے اورکباب کھانے کے لئے دیتی۔ کبریٰ جو کبھی خود نہ کھاتی اور راحت کے لئے پورا دن چولھا پھونکتی ۔ سویٹر بنتی اور خود ہر تکلیف سہہ لیتی۔ اس امید پر کہ راحت اسکے سپنوں کا راج کمار ہوگا اس کا شوہر بنے گا۔ مگرحقیقت کچھ اور ہی ہے تعلیم ختم ہونے

(۱) عصمت چغتائی افسانہ چوتھی کاجوڑا۔ ص-۳۱۴ عصمت چغتائی کے افسانے جلد دوم ۲۰۰۶ء

کے بعد راحت شکریہ ادا کرکے گھر لوٹ جاتا ہے کیونکہ اسکی شادی طے ہوچکی ہوتی ہے۔ راحت کو داماد بنانے کے سپنے چکنا چور ہو جاتے ہے۔ کبریٰ خاموش گم سم ہو جاتی ہے۔ اورحالات اس کے لبوں کی مسکراہٹ چھین لیتے ہیں۔ اب کبریٰ بے چاری لاچار اور بےبس ہوگئی اور سہم گئی۔ اندر ہی اندر سلگ نے لگی اورایسی بیماری میں مبتلا ہوئی جو اس کی جان کی دشمن بن گئی اور اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

اس افسانے میں کبریٰ کی ماں جو سینے پرونے میں ماہر تھی اپنی جوان بیٹی کا ''چوتھی کا جوڑا ''اس نے کئی باربنایا لیکن ہر بار وہ ناامید ہوتی۔ کبریٰ کے شوہر کی تلاش میں نہ جانے کتنی عمرمصائب و آلام میں گزاری۔ عصمت نے ایک ماں کے جذبات و ناامیدی کی سچی تصویر پیش کی ہے جہاں جوان لڑکیاں اپنے والدین کی غربت کے سبب کبریٰ کی طرح دل ہی دل میں اپنے مقدر کو روتی کوستی اس دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں۔ غربت اور جہیز کے مسائل والدین کے حوصلے پست کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس افسانے میں راحت کی مہمان نوازی میں گھر کے زیور سامان سب کچھ فروخت ہو جاتاہے۔ خود روکھی سوکھی کھاکر گزارہ چلالیتے ہیں اور راحت کےلئے پراٹھے تلے جاتے ہیں۔ کوفتے بھنے جاتے ہیں۔ پلاؤ مہکتے ہیں اور راحت کا کام پورا ہوتے ہی شکریہ کہہ کر چلا جاتاہے۔ کیونکہ اسکی شادی دوسری جگہ طے ہو چکی تھی۔

عصمت کی دل سوزی (اور ہمدردی) افسانے کے ہرلفظ میں جھلکتی ہے۔ جس میں عصمت نے لڑکیوں کے مسئلے کی عکاسی بخوبی کی ہے۔ اور عوام کو ایسا آئینہ دکھا دیا جو آج کے دور میں بھی سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے۔ کبریٰ کی ماں اپنی مرحوم بیٹی کا کفن

سیتی ہے پھر بھی ان کے چہرے پر بھیانک سکون اور اطمینان ہے کیونکہ انہیں پکا یقین ہے کہ اور جوڑو کی طرح یہ ''چوتھی کا جوڑا'' بےکار نہ جائیگا۔ عصمت نے کبریٰ کی ماں کا نہیں بلکہ ایک معاشرے کی تہذیب اور اس درد سے اُٹھنے والے کرب کا بیان کیا ہے۔ جو انکی مصوری کا کمال ہے۔

آل احمد سرور نے کہا ہے کہ :

''عصمت کی تصویروں میں ایک واقعیت بلکہ بے جھپک صداقت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ہم اس واقعیت اور صداقت سے چڑ جاتے ہیں، کم بخت کسی پاک مقدس اور ملکوتی جذبے کو تو ویسا ہی رہنے دیتی مگر توبہ کیجئے، یہ ذہین، ضدی اور دوربین نئی عورت ہے۔ یہ ہر شیرینی میں تلخی ملا دیتی ہے اور ہر حسین خواب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے''۔ (۱)

☆☆☆

---

(۱) ڈاکٹر علی جاوید 'عصمت چغتائی کی جزئیات (مضمون) ماہنامہ ایوانِ اردو نئی دہلی ص-۴۵ اگست ۲۰۰۷ء

# ننّھی کی نانی :

عصمت نے اس افسانے میں جس عورت کا ذکر کیا ہے وہ ''نانی''. ایک حقیقت ہے نانی جیسی ہزاروں لاکھوں نانیاں آج بھی ہمارے سماج میں موجود ہیں اور ایسی ذلّت بھری زندگیاں گزار رہی ہیں۔

''ننھی کی نانی'' عصمت چغتائی کی انسانی دوستی کا لاجواب افسانہ ہے جو ایک بے سہارا اور بےکس عورت کی کہانی ہے جو زندگی کی تمام خواہشوں سے محروم ہے۔ ویسے ''نانی'' کا کردار ایک عام نسائی کردار ہے جو ہر محلے میں کہیں نہ کہیں نظر آتا ہے۔ روز مرّہ زندگی کی عورتوں کی جیتی جاگتی تصویریں عصمت نے ہمیں دکھائی ہیں۔ صرف ''نانی'' کی ہی نہیں بلکہ بے سہارا تمام بوڑھی عورتوں کی حقیقت اس افسانے میں ہیں۔ ''چوتھی کا جوڑا'' افسانے کی طرح ''ننھی کی نانی'' بھی جذباتِ سے بھری کہانی ہے۔ جو پتھر کو بھی خون کے آنسوں رُلادے۔ عصمت نے سماج کے گھناؤنے پن کا شکار بنتی عورتوں کی تصویروں کا جیتا جاگتا نمونہ پیش کیا ہے۔ خود غرضی اور کھوکھلے پن کی کامیاب عکاسی عصمت نے کی ہے۔

نانی بےبس تھی کوئی اسکا یار و مددگار نہیں تھا۔ جو آڑے وقت کام آئے اسکا شوہر مرچکا تھا۔ محلّے کے چھوٹے بڑے سب نانی کو چھیڑتے، طعنے دیتے نانی بھی خوب کوستی بُرا بھلا کہتی۔ نانی کی بیٹی بسم اللہ کا انتقال ہو چکا تھا اور اسکی بیٹھی ''ننھی'' اس کی نشانی تھی۔ ننھی کی عمر ۹ سال کی ہوئی تو اُسے ڈپٹی صاحب کی نگرانی میں رکھ دیا۔ ننھی نانی کے جگر کا ٹکڑا تھی تھوڑی دیر کے لئے بھی نانی کی نگاہ سے اوجھل ہوتی تو نانی گھبرا جاتی۔ بالکل فطری کردار کے عمل پر اپنے

ماحول کے اثرات موجود ہیں۔ عورت ہونے کے ناطے عصمت نے اپنے تجربات، احساسات اور جذبات کی عکاسی کی ہے اور ان میں نسائی حسّیت پیدا کردی ہے :

''لتری، چور اور چکمہ باز ہونے کے علاوہ نانی پرلے درجہ کی جھوٹی بھی تھیں سب سے بڑا جھوٹ تو ان کا وہ برقعہ تھا جو ہر دم ان کے اوپر سوار رہتا تھا۔ کبھی اس برقعہ میں نقاب بھی تھی۔ پر جوں جوں اس محلّہ کے بڑے بوڑھے چل بسے یا نیم اندھے ہو گئے تو نانی نے نقاب کو خیر باد کہہ دیا۔ مگر گنگوروں دار فیشن ایبل برقعہ کی ٹوپی ان کی کھوپڑی پر چپکی رہتی۔ آگے چاہے مہین کرتے کے نیچے بنیان نہ ہو پر پیچھے برقعہ بادشاہوں کی جھولی کی طرح لہراتا رہے اور برقعہ صرف ستر ڈھانکنے کے لئے ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر ممکن اور ناممکن کام اسی سے لیا جاتا تھا۔

اوڑھنے بچھانے اور گھڑی کرکے تکیہ بنانے کے علاوہ جب نانی کبھی خیر سے نہاتیں تو اُسے تولیہ کے طور پر استعمال کرتیں پنج وقتہ نماز کیلئے جا نماز اور جب محلّہ کے کتوں دانت نکوسیں تو ان سے بچاؤ کے لئے اچھی خاصی ڈھال، کتّا پنڈلی پر لپکا اور نانی کے برقعہ کا گھر اس کے منہ پر پھنکارا، نانی کو برقعہ بہت پیارا تھا۔ فرصت میں بیٹھ کر حسرت سے اس کے بڑھاپے پر بسورا کرتیں جہاں کوئی چندی کتّر ملی اور احتیاطاً پیوند چپکا لیا۔ وہ اس دن کے خیال سے ہی لرز اُٹھتی تھی جب یہ برقعہ بھی چل بسے گا۔ آٹھ گز لٹھا کفن کو جڑ جاوے یہی بہت جانو'' (۱)

ہندوستانی مسلم معاشرے میں برقعہ عورت کے حجاب کا وسیلہ ہے لیکن نانی کا برقعہ ہمارے پورے سماج کا مزاق اڑا رہاہے اور یہ بتا رہاہے کہ نانی جیسی

(۱) عصمت چغتائی افسانہ ''ننھی کی نانی'' ص-۱۷۸۔ عصمت کے افسانے جلد چہارم ۲۰۰۶ء

ہزاروں لاکھوں نانیاں اس برقعہ میں اپنی مفلسی و ناداری کو چھپاتی ہیں۔ کہیں برقعہ کے اندر پیوندوں کو چھپایا جاتا ہے تو کہیں نانی کی طرح برقعہ ہزار پیوندوں کی نشانے کی جگہ بن جاتا ہے۔

نانی کو غیر ضروری چیزیں بھی چرانے کا شوق تھا ویسے بھی کہا جاتا ہے کہ بڑھاپہ دوسرا بچپن ہوتا ہے۔ بچے بنا ضروری چیزیں جمع کرتے ہیں ویسے ہی نانی بھی چھوٹی موٹی چیزیں چوری کر لیتی جو کوئی کام کی نہیں ہوتی بے معنی اور بیکار چیزیں رکھنے کے لئے نہ ہی نانی کا کوئی اچھا گھر تھا جہاں ذخیرہ کی ہوئی چیزوں کو محفوظ رکھ سکیں۔ صرف ایک تکیہ تھا جس میں ہر چیز ٹھونس دیتی یہ ہی تکیہ اسکے لئے زردار تجوری کی طرح ہے۔ اتفاق سے ایک ستم ظریف بندر نانی کا یہ تکیہ اچک لے جاتاہے نانی ہزار جتن کرتی ہے مگر بندر تکیہ نہیں چھوڑتا۔ نانی کے سامنے اس تکیے کو اس طرح پھاڑ دیتا ہے کہ اس کے اندر ٹھونسی ہوئی چیزیں ایک ایک کرکے زمین پر گرتی ہے۔ عورت کی نفسیات، جذبات اور فطری احساس کو اندر اور باہر سے دکھاکر عصمت نے عمدہ نمونہ پیش کیا ہے :

"بندروں کا قاعدہ ہے کہ آنکھ بچی اور کٹورا گلاس لے بھاگے اور چھجے پر بیٹھے دونوں ہاتھوں سے کٹورا دیوار پر گھس رہے ہیں کٹورے کا مالک نیچے کھڑا چمکار رہا تھا۔ پیاز دے روٹی دے جب بندر میاں کا پیٹ بھر گیاکٹورا پھینک کر اپنی راہ لی۔ نانی نے مٹکی بھر ٹکڑے لٹا دیئے پر حرامی بندر نے تکیہ نہ چھوڑا۔ سوجتن کئے گئے مگر اس کا جی نہ پگھلہ اور اس نے مزے سے تکیے کے غلاف پیاز کے چھلکوں کی طرح اُتار نے شروع کئے وہی غلاف جنہیں نانی نے چندی آنکھوں سے گھور گھور کر پکّے ٹانکوں سے گونتھا تھا۔ جوں جوں غلاف اترتے

جاتے نانی کی بدحواسی اور بلبلا ہٹ میں زیادتی ہوتی جاتی اور آخری غلاف بھی اتر گیا اور بندر نے ایک ایک کرکے چھجہ پر سے ٹپکانا شروع کیے"۔ (۱)

نانی نے چوری کی ہوئی چیزیں سال ہا سال کی محنت سے جوڑی تھی۔ محلّے والوں نے دیکھا تو نانی کو بُرا بھلا کہا کوسے دیئے پولس کے حوالے کرنے کا مشورہ دیا۔ آخر کار سچائی کے سامنے نانی جھک گئی۔ دو دن تک بھوکی پیاسی روتی رہی۔ رو روکے ماں باپ کو پکارتی اپنے شوہر کو یاد کرتی مرحوم بیٹی کو پکارتی کبھی منھی کو بلاتی اور آپ ہی آپ رونے لگتی کبھی مسکرانے لگتی عجیب آوازیں نکالتی عورت کی مجبوری بےبسی اور سماج میں رہتی عورتوں کے مسائل کو پیش کرکے بوڑھی اور لاچار عورتوں کی نفسیات و جذبات کا بیان اس کہانی میں عصمت نے کیا ہے۔

انسان کو اللہ نے حلیم و بردبار بنایا ہے لہٰذا محلّے والوں نے نانی کو معاف کردیا اور اپنے کئے پر نادم ہوئے اور سمجھ لیا کہ نانی سے ملی ہوئی چیزیں ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی بےکار چیزیں تھیں۔ جو نانی کے لئے بھی کوئی کام کی نہیں تھی۔ مگر پھر بھی نانی کو وہ چیزیں چلے جانے کا بہت غم تھا۔ وہ نانی کے لئے قارون کا خزانہ تھا۔ زندگی کا راز تھا۔ نانی نے اپنی زندگی میں بے شمار صدمے اٹھائے ہر صدمے کو آخری صدمہ سمجھ کر برداشت کر لیتیں۔ مگر اسکی عمر بھر کی کمائی ایک بندر کے ہاتھوں برباد ہوجانے کے صدمے نے اس کی روح قبض کرلی۔ اسے اپنی ذات میں ہی کوئی دلچسپی نہ رہی۔ وہ جیتے جی مر گئی۔ جس نے زندگی میں اتنے زخم برداشت کئے ہیں کہ انہیں دکھ کا احساس نہیں اور نہ سکھ کی خوشی ہے۔

---

(۱) عصمت چغتائی افسانہ "ننھی کی نانی" ص-۱۸۵۔ عصمت کے افسانے جلد چہارم ۲۰۰۶ء

''ننھی'' نانی کی بیٹی بسم اللہ کی بچی ہے۔ ۹ سال کی عمر میں نانی نے اُسے ڈپٹی صاحب کے یہاں اوپر کے کام کے لئے نوکر رکھوا دیا۔ ڈپٹی صاحب نیک نمازی اور ایک پروقار عہدہ پر فائز تھے۔ ننھی ان کی پوتیوں کے برابر ہے گھر میں تنہا پاکر اپنی شہوت کا شکار بناکر ایک معصوم لڑکی کی زندگی برباد کردی اور وہ پتی پتی ہوکر بکھر گئی۔ یہ کلی کبھی کھل کر پھول نہ بن سکی۔ نانی کو پتہ چلا تو سرپیٹ لیا۔ مگر ڈپٹی صاحب سے باز پرس کرنے کا خیال بھی نہ کیا اور ایسے ایک بےسہارا اور غریب لڑکی سماج کی غلاظت کا شکار ہوگئی۔ لوگوں کی نظر کا نوالہ بن گئی کہ جو چاہے ہاتھ بڑھائے اور منہ میں ڈال لے۔ بھوک کی ماری ننھی بچی پھسل جاتی نیتجتاً ننھی اب کئی لوگوں سے وابستہ ہو گئی۔ صدیق پہلوان کے بھانجے سے اپنا نام محفوظ کراکر سب کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے نانی اسکی یاد میں روتی ہیں آہیں بھرتی ہیں۔ لوگوں سے پتہ معلوم کرتی ہے مگر اب ننھی ایسی راستہ پر تھی جو سیدھا جہنم کو جاتا تھا۔ جہاں سے کوئی عورت واپس نہیں آتی نانی نے غمگین ہو کر زندگی کے آخری ایّام ختم کئے اور اس فانی دنیا سے کوچ کر گئی۔

عصمت نے ایک عام عورت کی شکل میں سماج کی حقیقت اور حرکات وسکنات میں ایسی عورت کی مصوّری کی ہے کہ کئی بار یہ خیال آتاہے کہ آخر کیوں ننھی کی نانی کو اتنی مصیبت جھیلنی پڑی؟ روٹی کے دو ٹکڑوں کے لئے در در کی کیوں ٹھوکریں کھانی پڑی؟ بدن ڈھانکنے کےلئےکیوں ایک چیتھڑے کےلئے مجبور ہونا پڑا؟

کیوں؟ کوئی جواب نہیں اسکا کیوں کہ ننھی اور نانی دوسروں کے ٹکڑوں پر پلتی تھیں بے یار و مددگار تھیں غریبی کے سوا انکے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ یہ ہی انکی مجبوری تھی کیونکہ عورت سماج کے آگے لاچار و بےبس ہے جس کا شاید کوئی جواب نہیں۔

☆☆☆

SMT. HANSA MEHTA LIBRARY
THE MAHARAJA SAYAJIRAO UNIVERSITY OF BARODA
The M. S. University of Baroda

## بچھو پھوپھی :

عصمت عورت ہیں اور ہندوستانی عورتوں کی طرح وہ باریک بینی سے دوسری عورتوں کو بھی دیکھتی ہیں اور انہیں کمال کے ساتھ بیان بھی کرتی ہیں۔ ان کے یہاں عورت کی زبان ، اسکا لہجہ اور اسکی اپنی لفظیات پائی جاتی ہیں۔ ''بچھو پھوپھی'' افسانہ عصمت کی داستان حیات کا ایک ورق ہے جن کرداروں کے اردگرد یہ افسانہ گردش کرتا ہے وہ تمام عصمت کے کنبے کے لوگ ہے جن عورتوں کا ذکر کیا ہے وہ تمام عورتیں عصمت کے قریبی رشتہ دار ہیں ''بچھو پھوپھی'' عصمت کے والد کی بہن یعنی انکی اکلوتی پھوپھی ہیں۔ اس لئے انہوں نے جو کچھ دیکھا اسے جوں کا توں پیش کردیا۔

عصمت اس افسانے کے کرداروں کی حقیقت سے جذبات و احساسات، ظاہری و باطنی شکل و صورت عادات و اطوار سے پوری طرح شناسہ ہیں۔ عصمت نے عورت کے معمولی سے معمولی جزئیات کو بھی اجاگر کیا ہے۔

''بچھو پھوپھی'' افسانے میں پھوپھی کا نام بادشاہی خانم ہے جو مغلیہ چغتائی خاندان سے ہیں۔ اس بات کا انہیں غرور تھا۔ کہ ان کے آباء و اجداد دور دراز سے آئے اور ہندوستان میں حکومت کی۔ دِکھنے میں گورے اور سرخ بھاری آواز والے گرم خون والے تھے۔ کسی قوم کو خاطر میں نہ لاتے تھے ''بچھو پھوپھی'' میں بھی سلسلۂ نسب کی بو مہکتی تھی ویساہی غرور اور دبدبہ تھا۔ مزاج میں بھی وہی شدت اور حدت تھی۔ غصہ کی بڑی تیز تھیں انکی زبان مسلسل چلتی رہتی جو

ٹھان لیتیں وہی کرتیں پیچھے مڑ کر نہ دیکھتی تھیں عصمت نے نسائی جذبات میں مغلیہ انداز پیش کیا ہے بچھو پھوپھی کی شکل و صورت قدوقامت پر ایک نظر ڈالیں :

''ساڑھے پانچ فٹ کا قد، چارانگل چوڑی کلائی، شیر کا سا گلا، سفید بگلا بال بڑا سا دہانا، بڑے دانت، بھاری سی ٹھوڑی اور آواز تو ماشاءاللہ ابا میاں سے ایک سر نیچی ہوگی'' (۱)

پھوپھی شکل و صورت کے علاوہ عادات وخصلت کے اعتبار سے بھی اپنے خاندان کی جھلک تھیں۔ انہوں نے تین بھائیوں کے ساتھ پرورش پائی تیراندازی، شہہ سواری بھی جانتی تھیں۔ بہن ایسی کے وقت آنے پر جان بھی نچھاور کرنے کو قربان ہو جاتی تھیں عصمت کے والد کے آخری وقت بلانے پر بھائی کے لئے عمر درازی کی اور اپنی عمر بھی بھائی کو لگ جانے کی دعائیں کرتی ہیں۔ جبکہ ساری عمر بھائی کو کوسے طعنے اور بددعا ہی دی تھی۔ عصمت کا خیال ہے :

''سچ ہے بہن کے کوسنے بھائی کو نہیں لگتے۔ وہ ماں کے دودھ میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں''۔ (۲)

تین بھائیوں کی اکلوتی بہن جھگڑالو تھیں ایک کو سنانا شروع کرتی تو دوسروں کو بھی شامل کر لیتی پانی پی کر بھائیوں کو لعن طعن کرنے کے بعد بھی کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوتا مگر اپنے شوہر سے جھگڑا کرتیں تو یہ ہی بھائیوں کے عہدے اور رعب سے ڈراتیں اور شوہر کا حوصلہ پست کرنے کی کوشش کرتی۔

عصمت نے ہوش مند اور موقع پرست عورت کا نقشہ کھینچتے ہوئے بچھو پھوپھی کی خود داری اور عورت کی ارتقا کا منظر دکھایا ہے۔ پھوپھی کو کبھی زندگی بھر سکون نصیب نہیں ہوا معافی کرنا انکے خون میں نہیں تھا وہ بڑی سخت تھیں لہٰذا

---

(۱) عصمت چغتائی افسانہ ''بچھو پھوپھی'' ص-۱۷۷۔ عصمت چغتائی کے افسانے جلداوّل

(۲) عصمت چغتائی افسانہ ''بچھو پھوپھی'' ص-۱۸۶۔ عصمت کے افسانے جلداوّل ۲۰۰۶ء

انہیں نہ کبھی شوہر کی طرف سے چین و سکون یا آرام ملا نہ ہی اولاد کی طرف سے کوئی سکھ ملا پوری زندگی مصائب میں گزار دی۔ عصمت نے ''ادھوری عورت'' سے پھوپھی کو مخاطب کر کے ''کاغذی ہے پیرہن'' میں لکھاہے :

'' ان سے سب ڈرتے ہیں اور اس پر وہ بڑی نازاں ہیں۔ نہ ہی وہ چھپ چھپ کر روتی ہیں۔ ایسے کہ میں نے بھی آج تک ان کے آنسو نہیں دیکھے وہ اپنے زخم چھپاتی ہیں اور جلی کٹی سنا کر جی کی بھڑاس نکالتی ہیں ''۔ (۱)

عورت کے اندر حسد کا مادّہ ہوتا ہے عصمت نے اس افسانے میں ضدی اور باغیانہ عورت کا ذکر کیا ہے جس میں عورت (پھوپھی) اپنی اہمیت کو اپنی صلاحیت سے منوانا چاہتی ہے وہ حالات سے سمجھوتا نہیں کر پاتی مثلاً :

''پتہ نہیں پھوپھا میاں سے کبھی محبت کی تھی بھی یا نہیں۔ دس بارہ سال تو سنا ہے میاں دیوانے تھے مگر عام مردوں کی طرح میاں اِدھر اُدھر منہ مارنے لگے۔ پھوپھی عام عورت ہوتی تو آنسو بہاتیں بھائیوں کو پکارتی اپنے مزاج کے مطابق غم کا اظہار غصے سے کیا۔ مہترانی سے قصہ چلا اور انہیں معلوم ہوا تو باقاعدہ چوڑیاں توڑ دیں اور اس دن سے سفید دو پٹہ اوڑھنے لگیں'' (۲)

بچھو پھوپھی ماں، بہن، نند کے روپ کی حقیقت ہیں۔ ماں ایسی کہ اپنی بیٹی کی خواہش کا گلا گھونٹ دیا نہ چاہتے ہوئے بھی ایک بد اخلاق، بدنیت شخص چپراسی سے بیٹی حشمت جہاں کا نکاح کردیا۔ پھوپھی ارادے کی پختہ اور حساس عورت ہے انتقام لینا بھی وہ اچھی طرح جانتی ہیں۔ اپنی پہلی بیٹی مسرت خانم کی شادی عصمت کے ماموں ظفر سے ہوئی۔ لیکن پھوپھی کو یہ رشتہ بالکل گوارہ نہ تھا۔ کیوں کہ ننھیال والوں سے انہیں بڑی دشمنی تھی۔ لڑکی کی پسند انہیں بالکل نہ

---

(۱) عصمت چغتائی ''کاغذی ہے پیرہن'' مضمون ''ادھوری عورت'' ص-۹۳

(۲) عصمت چغتائی ''کاغذی ہے پیرہن'' مضمون ''ادھوری عورت'' ص-۹۴

بھائی اور صدمے میں مبتلا ہوگئیں۔ انکی بیٹی ان کے جیتے جی دشمنوں کے گھر چلی گئیں۔ بیٹی کی نافرمانی پر پھوپھی نے بیٹی اور داماد سے قطع تعلق کر لیا۔ حالات کے سامنے سر جھکاکر خاموش رہنا پھوپھی کے نسائی کردار میں نہیں تھا۔ یہ ایک جذباتی حقیقت ہے۔

عید اور بقرعید کو عصمت کے والد بیٹیوں کو لے کر عید گاہ سے پھوپھی کے گھر جاتے تو بھائی کی آمد کا پتہ چلتا تو پردہ کرلتیں۔ نوکر سے سویّاں بھجوا دیتیں۔ ابّا عیدی دیتے تو پہلے پھینک دیتی پھر انکی غیر حاضری میں عیدی کے روپیوں کو گھنٹوں آنکھوں سے لگا کر روتی رہتی۔ بھتیجوں کو وہ بھی عیدی دیتیں۔ ظاہری طور پر یہ سخت مزاج باطن میں نرم اور ملائم تھیں۔ وہ محبت کا اظہار نہیں کرتی تھیں اسی لئے تو ایک بار عصمت کے والد سویّاں کھارہے تھے تب کچھ گرمی سے جی خراب ہونے لگا الٹی ہوگئی پردہ چھوڑ سب پھینک کر بھائی کے پاس آجاتی ہیں شرارت سے ابّامیاں بولتے ہیں :

''لو بادشاہی خانم : کہا سنا معاف کرنا ہم تو چلے'' (۱)

عصمت کے والد اعلیٰ عہدے پر فائز تھے انکی طبیعت میں شوخی و شرارت تھی بہن کی گالیاں سنکر خوش ہوتے وہ جانتے تھے کہ رنج و غم سے بھری زندگی کا المیہ باہر نکالنے کا یہ طریقہ انکی صحت کا راز ہو سکتاہے لہٰذا بہن کے کو سے سن کر ذہنی قلب و سکون محسوس کرتے۔ عصمت کے والد کو آخری عمر میں فالج کا دوڑا پڑا تب مدّتوں روٹھی پھوپھی کو ملاقات کے لئے بلوا بھیجا اور کہا :

''بادشاہی خانم ہمارا آخری وقت ہے دل کا ارمان پورا کرنا ہو تو آجاؤ۔ نہ جانے اس پیغام میں کیا تیر چھپے تھے بھیا نے پھینکے اور بہنیا کے دل میں ترازو

---

(۱) عصمت چغتائی افسانہ ''بچھو پھوپھی'' ص- ۱۸۳۔

ہوگئے۔ بلبلاتی چھاتی کوٹتی سفید پہاڑ کی طرح بھونچال لاتی ہوئی بادشاہی خانم اس ڈیوڑھی پر اتریں جہاں اب تک انہوں نے قدم نہیں رکھا تھا۔ ''لو بادشاہ تمہاری دعا پوری ہو رہی ہے''۔ ابا میاں تکلیف میں بھی مسکرا رہے تھے ان کی آنکھیں اب بھی جوان تھیں''۔ (۱)

رخصتی کے اس پیغام میں جو درد تھا وہ ایک عورت ہی سمجھ سکتی ہے دردمندی، اپناہیت اور انسیّت کا احساس ایک عورت ہی کرسکتی ہے۔ عصمت نے عورت کے اندر چھپی معصومیت اور نرمی کو سراہایا ہے عورت کے شفاف دل کی دلیل دی ہے۔ بچپن میں کھیل کھیل میں روٹھنے والی پھوپھی آج اپنے بھیّا کو منانے آئی تھیں جن سے زندگی روٹھ گئی تھیں۔ بھائی کے آخری وقت میں اپنے بھائی کے لئے صدق دل سے دعا کرنا رسول کا واسطہ مانگنا اور رونا..........

اس طرح عصمت کا یہ افسانہ نسائی جذبوں کی دریادلی کے اعلیٰ نمونے پیش کرتا ہے۔

☆☆☆

---

(۱) عصمت چغتائی کے افسانہ جلد اوّل ''افسانہ بچھو پھوپھی'' ص- ۱۸۵۔

# ساس :

عصمت چغتائی کے افسانوں میں عورتوں کا تصور دلچسپ اور معنی آفریں موضوع ہو سکتا ہے کیوں کہ انہوں نے اپنی ہر کہانی، ناولٹ میں عورتوں کے کردار کے ذریعے تصوری عورت کو بڑی خوبی اور دیدہ دلیری سے پیش کیا ہے۔ جس میں سماج اور نفسیاتی حقیقت کا سنگم ہے عصمت چغتائی کا نظریہ نہ سماجی اصلاح ہے نہ قوم کی خدمت البتہ ان کا موضوع معاشرے کی خرابیاں اور اس کے افراد کی چھپی ہوئی کمزوریاں ہیں۔ اُس دور میں ایسی بے رحم حقیقت نگاری کسی اور کے ہاں نظر نہیں آتی۔ وہ نوجوانوں کی خصوصاً نوجوان لڑکیوں کی فطرت کے ایسے ایسے گوشوں کو بےنقاب کر دیتی ہیں کہ ہمدردی اور رعایت کا ان کے ہاں کوئی گزر نہیں۔

''ساس'' ایک ایسا رشتہ ہے جو صدیوں سے چلا آرہاہے اور دنیاءِ فانی تک رہےگا۔ متوسط طبقے اور مسلم گھرانے کی ہندوستانی معاشرےکے رسم و رواج کے مطابق ساس کا یہ رشتہ کہیں بہت پاک اور شفقت آمیز ثابت ہوتا ہے تو کہیں یہ رشتہ اذیّت ناک اور جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس افسانے مٰیں ساس اپنی بہو کو لعن طعن کرتی رہتی ہیں اسے کوسے طعنے، گالی گلوچ کرکے میکے والوں کو بھی لپٹ میں لے لیتی ہیں۔ بہو کم سن، بھولی بھالی، معصوم ہے۔ ساس کی ڈانٹ کا بھی نرمی سے جواب دیتی ہے اور اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ اپنے کام یا کھیل میں مشغول رہتی ہے۔ جب بڑھیا چلاّتی بلبلاتی ہے تو بہو بچوں کی طرح روٹھ جاتی ہے کبھی کھٹولی پر لیٹ جاتی یہ اسکی معصومیت اور بھولپن ہے کبھی پرندوں

اور بچّوں سے کھیلتی ہے کبڈی اور آنکھ مچولی کھیلتی ہے ساس کے ٹوکنے پر وہ بیٹھ جاتی ہے اس کا ذکر عصمت نے یوں کیا ہے :

''دنیا جہاں میں کسی کی بہو بیٹیاں یوں لونڈیوں کے ساتھ گد کڑے لگاتی ہونگی دن ہے تو لونڈیار رات ہے تو.........

بہو بھسکڑا مارکر بیٹھ گئی غن غن، غن غن، بہو منمنائی اور طوطے کے پنجرے میں پنکھے سے تنکے نکال کر ڈالنے لگی، ٹیں ٹیں، طوطا چنگھاڑا۔۔'' (۱)

عصمت کی عورت میں وہ اوصاف ہیں کہ انکے ہاں عورت پڑھی لکھی ہو یا ان پڑھ نچلے طبقے کی ہو یا طوائف، دلکش ہو یا بدصورت بوڑھی ہو یا کمسن تمام کی تمام جنسیت کا شعور رکھتی ہیں۔

بہو اگر نہ ہوتی تو شاید بڑھیا کا وقت نہ کٹتا۔ بڑھیا اپنی بد زبانی کا نشانہ کسے بناتی؟ بینائی اور سماعت کمزور ہے مگر زبان بہت تیز چلتی ہے شاید یہ ساس ہونے کا رعب ہو سکتا ہے جو اس کے ذہن میں چل رہاہو اس لئے وہ بے مقصد بولتی رہتی ہے یہاں تک کہ بہو کے باپ کو اور رشتے داروں کو بھی لپیٹ میں لے لیتی ہے اس کا ذکر عصمت نے افسانے میں کیا ہے :

''جھارو پھیروں تیری صورت پر...... مریں تیرے ہوتے سوتے'' (۲)

ساس بہو کو مارنے پر تل جاتی ہے جوتی اتارکر مارتی ہے بہو بچ جاتی ہے اپنے آپ کو سنبھال لیتی ہے مگر بڑھیا بے بس ہوجانے کے بعد بھی چپ نہیں ہوتی وہ اپنے بیٹے کی دوسری بہو یعنی بہو کی سوتن لانے کی دھمکی دیتی ہے بہو بردبار اور خوش طبع بڑھیا کی ہربات کو سہہ لیتی مگر جب بڑھیا اپنا آخری تیر چھوڑتی ہے تب بہوکا دل ہل جاتاہے کلیجہ ڈول جاتاہے تیرکی طرح نکلا ہوا جملہ یہ ہے :

---

(۱) عصمت چغتائی افسانہ ''ساس'' ص- ۷۳۔ عصمت کے افسانے جلد سوئم ۲۰۰۶ء

(۲) عصمت چغتائی افسانہ ''ساس'' ص- ۷۳۔ عصمت کے افسانے جلد سوئم ۲۰۰۶ء

''یہی ڈھنگ رہے تو اللہ جانتا ہے دوسری نہ کرلائی ہوں تو نام نہیں....'' (۱)

مذکورہ بالا جملہ میں عصمت نے عورت کی فطری کمزوریوں کا اظہار کیا ہے۔ عورتوں کے جذبوں کو محسوس کیا ہے کیونکہ بیسویں صدی کے نصف اوّل تک متوسط طبقے کی بوڑھی عورتوں کو زندگی میں تفریح کا کوئی دوسرا سامان نہیں تھا نہ گھر کا کوئی کام کاج دن بھر سوتے رہنا اور ذرا ذرا سی دیر میں بہوؤں کو ڈانٹنا اور آواز دینا بوڑھی عورتوں کا کام تھا اور ساس کو کوسنے کا بہانہ مل ہی جاتا ہے :

''تھوہے تیرے جنم پر اور کیا بچہ بھی آج کو ہو جاتا جو کوئی بھاگوان آتی جس دن سے قدم دھرا گھر کا گھرا وا ہوگیا'' (۲)

''ساس'' بہو کو سوتن لانے کی دھمکی دیتی ہے مگر شوہر بہو کی گرفت میں ہےدونوں کی آپسی سمجھ داری کے سبب بہو ساس کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لاتی تھیں اطمینان سے سنتی اور پرسکون رہتی ہیں بڑھیا رہ رہ کر نیا سوال اٹھاتی ''جہیز'' جیسا سدا بہار موضوع بھی چھیڑتی یہ مسئلہ اتنا سنگین ہےکہ ہندومسلم ہر مذہب کے سماج کا مسئلہ ہے کہیں کم تو کہیں زیادہ عصمت نے ۶۰ سال قبل جہیزکے اس مسئلہ کو چھیڑا تھا وہ ہی ساس کا رعب اور جہیز کا مسئلہ آج بھی موجودہے اس کا طریقہ بدل گیا مقصد ایک ہی ہے زمانہ جتنا تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اتنا ہی نئے روپ میں بھی یہ مسئلہ آگے بڑھ رہا ہے فرق اتنا ہے کہ بڑھیا نے کچھ سونے کی بالیاں اور ایلیومینم کے کچھ برتنوں جیسی چیزوں کا ذکرکیا ہے تو آج موجودہ دور میں ٹیکنالوجی اور الکٹرونک چیزوں کی مانگ ہو رہی ہے۔ بڑھیاکو بہو کا جہیز کم لانا اندر ہی اندر کرید رہا تھا جہیز کی وجہ سے کھانے میں بھی کمی محسوس

(۱) عصمت چغتائی افسانہ ''ساس'' ص۔ ۴۷۔ عصمت چغتائی کے افسانے جلد سوئم ۲۰۰۶ء

(۲) عصمت چغتائی افسانہ ''ساس'' ص۔ ۴۷۔

ہوئی تھی۔ بڑھیا بتا رہی ہے :

''زردہ پھیکا تھا پلنگ کے پائے گھنے ہوئے تھے'' (۱)

اتنے میں بڑھیا کا بیٹا اصفر آجاتا ہے بہو اور بیٹا باورچی خانے میں چھپ کر خربوزہ کھاتے ہیں بڑھیا چلاتی ہے پانی مانگتی ہے بڑھیا سے بہو کے انگوٹھے پر گلاس گرتا ہے۔ بہو زخمی ہو جاتی ہے تو بڑھیا بیٹے کو سہارے کے لئے پکارتی ہے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اُسے دھوتی ہے سہارا دیتی ہے جب کہ خود کسی کے سہارے کی محتاج ہے جب بیٹا اصفر دوسری بیوی بیاہ لانے کی دھمکی دیتا ہے تو ہندوستانی ساس گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیتی ہے اور کہتی ہیں :

''چل بیٹی پلنگ پر اے میں کہتی ہوں کہ گلاس موا سوا سیر کا ہے اس کمینے سے کہا کہ ہلکا المونیم کا لادے۔ مگر وہ ایک حرام خور ہے لے اُٹھ ذرا''۔ (۲)

نفسیاتی طور پر ساس اصلاً ویسی نہیں جو ظاہری طور پر دکھائی دیتی ہے وہ زندگی کے عام رویّے میں چڑ چڑی بددماغ ہے یہ ضعیف العمری کا مسئلہ ہے بلکہ وہ اندرونی طور پر نرم دل ہیں ایک سخت گیر ماں کا رویّہ اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے ویسا ہی رویّہ اس کا بہو کے ساتھ ہے۔ کوسے طعنے، چھیڑ چھاڑ، گستاخی، شرارتوں کے باوجود اس چھوٹے سے کنبے میں سب ایک دوسرے کے ساتھ سکھ دکھ کے ساتھی ہیں کچھ چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہی زندگی مین رنگ ہے ورنہ زندگی بے رس ہو جائے۔ اس لئے جب اس کا بیٹا اصغر بہو کو ڈانٹتا بھی ہے تو اس کا منہ بند کردیتی ہے ہم بڑھیا کو اگلے وقت کی ساس کہیں گے کیونکہ جس دور کی ساس کا ذکر افسانے میں کیا گیا ہے وہ شاید پرانا ہوچکا ہے بہوویں اب تعلیم یافتہ، ہوش مند اور زمانے کے اتارچڑھاؤ سے بخوبی واقف ہیں بلکہ خودکفیل بھی ہیں اب

(۱) عصمت چغتائی افسانہ ''ساس'' ص- ۷۴۔

(۲) عصمت چغتائی افسانہ ''ساس'' ص- ۷۸۔

وہ گھر کی چہار دیواری میں قید نہیں بلکہ مردوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کی استطاعت رکھتی ہیں۔ نئے دور میں پرانے وقتوں کی ساس کا کوئی مقام نہیں۔ عصمت نے انسانی احساسات و انسانی جذبات کی بے مثل عکاسی کرکے افسانے میں روح پھونک دی ہے۔

☆☆☆

## لحاف :

عصمت کی عورت جنسی جذبے کو فطری جبلت سمجھتی ہے۔ یہ عورت محبت کی بھوکی ہے جنسی ناآسودگی میں مبتلا عورت جذبات و احساسات کے باعث جنسی کا شکار ہوجاتی ہیں عصمت معاشرے کو بتاتی ہیں کہ وہ عورت جو صرف خدمت کرنا اور خاموش رہنا جانتی ہے درحقیقت اس کے اندر بھی طوفان مچلتے ہیں اس کی بھی کچھ خواہشات اور تمنائیں ہیں۔

''لحاف'' عصمت کا بد نام شاہکار افسانہ ہے۔ جس کا موضوع ہم جنسیت (LESBIANTSM) ہے۔ جس زمانے میں عصمت نے یہ افسانہ تخلیق کیا اس وقت ہم جنسیت کا موضوع ممنوع تھا پھر بھی عصمت نے بے خوف و خطر دنیا کی پرواہ کئے بنا لکھا۔ نئے زمانے میں ''ہم جنسیت'' کو گورمنٹ نے جائز قرار دیا ہے لیکن عصمت نے ۱۹۴۲ء میں جنس پر لکھا یہ افسانہ سماج کی دور اندیشی کا پتہ لگاتا ہے اور اس سماج میں مبتلا عورت کے جذبات اور کج روی کو بیان کرتا ہے۔

''لحاف'' کی اشاعت نے ادبی دنیا میں تہلکہ مچا دیا کیونکہ پہلی بار ایک خاتون افسانہ نگار نے ایک نسائی کردار کی جنسی زندگی اور جذباتی گھٹن اور اس کی کجروی کا اظہار کیا تھا۔

''لحاف'' کی بیگم جان ایک غریب والدین کی بیٹی ہے ادھیڑ عمر کے نواب صاحب سے اس کی شادی ہوجاتی ہے کیونکہ وہ نہایت نیک تھے بازاری عورتوں سے انہیں کوئی رغبت نہیں تھی۔ کنوارے اور گورے پتلی کمروالے طالب علموں سے انہیں بڑا شغف تھا۔ بیگم جان سے شادی کرکے گھر کے اور سامان کی طرح انہیں

طاق میں رکھ دیا اور بے نیاز ہوگئے۔ عورت کا وجود ہی انکے لئے بے معنی اور بے مقصد تھا :

''بیگم جان سے شادی کرکے تو وہ انہیں کل ساز و سامان کے ساتھ ہی گھر میں رکھ کر بھول گئے اور وہ بیچاری دبلی پتلی نازک بیگم تنہائی کے غم میں گھلنے لگی'' (۱)

شادی کے بعد لڑکیاں اپنے آپ کو محافظ سمجھتی ہیں۔ ازدواجی زندگی کے خوابوں میں کھو جاتی ہیں۔ لیکن بیگم جان کو گھر کے ساز و سامان کی طرح سجادیا تو بیگم جان کی زندگی بے مقصد ہوگئی جو عورت گھر کی رونق تھیں اس پر پابندیاں عائد کردی گئیں۔ گھر کی چار دیواری میں مجبور بیگم جان کو لچکتی کمر والے لڑکے اور ان کے لذیذ کھانے، پریشان کرتے عطر میں ملبوس باریک ریشم کے کرتے پہنے ہوئے نوجوان بیگم جان کی سوتیں بنے تھے۔ انہوں نے انکے شوہر کو ان سے چھین لیا تھا۔ بیگم جان صبر و تحمل کا پیکر عورت ہیں۔ اپنے شوہر کے انتظار میں تعویذ، گنڈے، وظائف ، منتیں، نیازیں سب کچھ کرچکی مگر نتیجہ نہ نکلا۔ بیگم جان کی زندگی ویران ہوگئیں کیئیں تدبیریں کرڈالی ناولوں اور شعروں میں اپنے آپ کو سمویا تنہائی سے بچنے کے کئی راستے نکالے مگر سب بیکار ثابت ہوئے۔ رات بھر کروٹیں بدلتی آہیں بھرتی اپنے ارمانوں کی چتا جلاتی اب زندگی بوجھ بننے لگی عصمت لکھتی ہیں :

''جب میں نے بیگم جان کو دیکھا تو وہ چالیس بیالیس سال کی ہوں گی۔ افوہ کس شان سے وہ مسند پر نیم دراز تھیں اور ''ربو'' ان کی پیٹھ سے لگی بیٹھی کمر دبا رہی تھی۔ ایک اور ے رنگ کا دوشالہ انکے پیروں پر پڑا تھا اور وہ

(۱) عصمت چغتائی افسانہ ''لحاف'' ص- ۷۶۔ عصمت چغتائی کے افسانے جلد چہارم ۲۰۰۶ء

مہارانی کی طرح شاندار معلوم ہو رہی تھی۔ مجھے ان کی شکل بے انتہا پسند تھی۔ میرا جی چاہتا تھا گھنٹوں بالکل پاس سے ان کی صورت دیکھا کروں انکی رنگت بالکل سفید تھی نام کو سرخی کا ذکر نہیں اور بال سیاہ اور تیل میں ڈوبے رہتے تھے میں نے آج تک انکی مانگ بگڑی نہ دیکھی کیا مجال جو ایک بال اُدھر اِدھر ہوجائے انکی آنکھیں کالی تھیں اور ابرو کے زائد بال علٰیحدہ کردینے سے کمانیں سی کھینچی رہتی تھیں آنکھیں ذرا تنی ہوئی رہتی تھیں بھاری بھاری پھولے ہوئے پپوٹے موٹی موٹی پلکیں سب سے زیادہ جو ان کے چہرے پر حیرت انگیز جاذب نظر چیز تھی۔ وہ اس کے ہونٹ تھے عموماً وہ سرخی سے رنگے رہتے تھے اوپر کے ہونٹ پر ہلکی ہلکی مونچھیں سی تھیں اور کن پٹیوں پر لمبے لمبے بال کبھی کبھی ان کا چہرہ دیکھتے دیکھتے عجیب سا لگنے لگتا تھا کم عمر لڑکوں جیسا.............

ان کے جسم کی جلد بھی سفید اور چکنی تھی۔ معلوم ہوتا تھا سی کر ٹانکے لگا دیئے ہوں عموماً وہ اپنی پنڈلیاں کھجانے کے لئے کھولتیں تو میں چپکے چپکے انکی چمک دیکھا کرتی ان کا قد بہت لمبا تھا پھر گوشت ہونے کی وجہ سے وہ بہت بڑے چکنے اور سفید ہاتھ اور سڈول کمر" (۱)

"ربو" بیگم کی خادمہ ہیں وہ بیگم جان کو سنبھال لیتی ہے۔ تب بیگم جان کی زندگی واپس لوٹ آتی ہے پھر وہ ایسے جیتی ہیں گویا جینے کا حق ادا کرتی ہو۔ عصمت لکھتی ہیں :

"ربو" نے انہیں نیچے گرتے سنبھال لیا چٹ پٹ دیکھتے دیکھتے ان کا سوکھا جسم بھرنا شروع ہوا گال چمک اٹھے حسن پھوٹ نکلا عجیب وغریب تیل کی مالش سے بیگم جان میں زندگی کی جھلک آئی۔ (۲)

---

(۱) عصمت چغتائی افسانہ "لحاف" ص- ۷۷۔ عصمت کے افسانے جلد چہارم ۲۰۰۶ء

(۱) ایضاً ص- ۷۸، ۷۷۔

ربّو کو گھر کے دوسرے کام نہیں تھے انہیں صرف بیگم جان کی خدمت کرنی تھی۔ جسمانی لحاظ سے ''ربو'' بیگم جان کی ضد تھی :

''کالی بھجنگ ، تنے ہوئے لوہے کی طرح سرخ ٹھوس گٹھا ہوا جسم، چست پھرتیلے چھوٹے چھوٹے ہاتھ کسی ہوئی چھوٹی توند بڑے بڑے پھولے ہوئے ہونٹ اور ایک عجیب سی بو چھوڑتا ہوا جسم'' (۱)

نواب صاحب امیر ہے حج کر چکے ہیں دوسروں کو بھی کروا چکے ہیں گناہوں کا کفارہ بھی ساتھ ساتھ کرتے جاتے ہے گناہ کا احساس بھی ہے لیکن انہیں یہ ذرا بھی خیال نہیں کہ بیگم جان گھر کی دوسری اشیاء کی طرح بے جان نہیں ہیں۔ گوشت پوست کی بنی دل میں امنگیں ترنگیں رکھتی ہیں اسکی بھی جسمانی وروحانی ضروریات ہیں۔ وہ بھی کچھ توقعات باندھے ہوئی ہیں طویل عرصے سے ایک محبت بھری نظر کی منتظر ہیں۔ مگر غلطی سے بھی نواب صاحب ایک نگاہ نہیں ڈالتے وہ صبر وتحمل کھوکر ان ہی کے نقش قدم پر چل دیتی ہے۔ گھر کے اندرونی حالات سے واقف خادمہ کے بیٹے کو قابو میں لینے کی کوشش کرتی ہے مگر ناکام رہتی ہیں۔

متوسط طبقے کی ایک مسلم اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون عصمت چغتائی نے عورتوں کے درمیان ہم جنسیت کو تھیم بنا کر عورتوں کے تجسس کو ابھارا ہے۔

☆☆☆

---

(۱) عصمت چغتائی افسانہ ''لحاف'' ص- ۷۸- عصمت کے افسانے جلد چہارم ۲۰۰۶ء